تعارف

سب سے پہلے میں اس کتاب کی تصنیف کا مقصد بیان کرتا ہوں لیکن بہتر ہو گا کہ پہلے اپنا مختصر تعارف اور خاندانی پس منظر بیان کر دوں۔ میرا نام عمران متانت حسین ہے اور میرے آباءواجداد کا تعلق سادات نہٹور (ضلع بجنور)۔ اتر پردیش۔ ہندوستان سے تھا۔ میرے والد صاحب شجاعت حسین مرحوم اور والدہ صاحبہ تعظیم فاطمہ کا پیشہ ورانہ تعلق درس وتدریس سے تھا اور یہ دونوں کراچی، پاکستان کے مختلف اسکولوں میں صدر مدرس کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ میرے والد صاحب نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز تو نہٹور میں کیا تھا لیکن پاکستان میں تقریباً چالیس سال ملازمت کے دوران کئی لائق شاگرد پیدا کیے۔ ان میں سے سب سے ہونہار ڈاکٹر محمد علی شاہ مرحوم تھے جن کو میرے والد صاحب نے ٹیوشن بھی پڑھایا۔ ڈاکٹر محمد علی شاہ ایک ماہر آرتھوپیڈک سرجن تھے اور کبھی کبھار ہمارے گھر بھی آیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب "کامیابیوں کا سفر" میں میرے والد صاحب سے اپنے دیرینہ تعلقات کا بھی ذکر کیا تھا اور اس کتاب کی رونمائی میں میرے والد صاحب کو خاص طور پر مدعو کیا تھا۔

میرے دادا کا نام صولت حسین تھا جو متحدہ ہندوستان میں تحصیل دار تھے۔ میرے نانا کا نام محمد ابن عباس تھا جو میری دادی اعزاز فاطمہ مرحومہ کے سگے بھائی تھے اور لکھنئو پوسٹ آفس میں مینیجر (اسٹاک ڈپو) کی حیثیت سے اثاثہ جات اور دیگر سامان کے منتظم تھے۔ میرے والد شجاعت حسین مرحوم کی طرح یہ دونوں بھی علی گڑھ یونیورسٹی میں پڑھ چکے تھے جب کہ میری والدہ تعظیم فاطمہ نے لکھنئو یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ میرے دادا صولت حسین میرے نانا ابن عباس کے ماموں زاد بھائی تھے۔ اس زمانے میں قریبی رشتہ داروں میں شادی کو ترجیح دی جاتی تھی لیکن رفتہ رفتہ یہ روایت کم ہو گئی مگر اب بھی کچھ لوگ سادات میں ہی رشتے طے کرنا پسند کرتے ہیں۔ گو کہ میرے بزرگ اس اصول پر کاربند نہیں رہے لیکن حسن اتفاق سے میرے والدین کی تمام اولاد کی شادی خاندان میں ہی ہوئی۔

میرے دادا صولت حسین صاحب کو سیر وشکار کا بہت شوق تھا۔ اس کے علاوہ وہ ایک ماہر تیراک اور گھڑ سوار بھی تھے۔ مجھے اپنے بچپن کے وہ دن اب بھی یاد ہیں جب وہ اپنے شکار کے قصے سنایا کرتے تھے۔ یہ واقعات میرے تایا شوکت حسین مرحوم نے قلم بند کر کے مارننگ نیوز اور پاکستان پرسپکٹیو میں شائع بھی کروائے تھے لیکن یہ مضامین اب دستیاب ہونا بہت مشکل ہیں۔ خاصی حد تک یہ دلچسپی دادے ابا کی اولاد میں بھی منتقل ہوئی اور ان کے انتقال کے بعد بھی ہم سب بھائیوں کو دادے ابا کی بندوقوں سے خاص لگاؤ رہا۔ دادے ابا باقاعدگی سے اپنی بندوقوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے اور ہم تینوں بھائیوں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ میرے دادا کی طرح میرے والد صاحب کو بھی تیراکی کا شوق تھا اور انہوں نے اپنے تینوں بیٹوں کو بھی یہ گر سکھایا۔ اس کے علاوہ انہیں قدیم نوادرات سے بھی دلچسپی تھی جو مجھ میں بھی منتقل ہو گئی۔ میں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کے ابتدائی چند سال اندرون سندھ میں گزارے اور دیہی علاقوں کے رہن سہن کا بغور مشاہدہ کیا۔ میرا قیام سوئی گیس کمپنی کی عارضی لیکن پر آسائش خیمہ بستیوں میں ہوتا تھا۔ ان علاقوں میں شکار پر پابندی تھی لیکن میں نے قدرتی مناظر کا بھرپور لطف اٹھایا۔ ہر انسان کو کبھی نہ کبھی مشکلات بھی اٹھانی پڑتی ہیں جو کہ قدرت کی طرف سے ایک امتحانی مرحلہ ہوتا ہے۔ سو مجھے ستمبر ۱۹۷۶ء کے وہ دن بھی یاد ہیں جب میں نے سیلاب کا پہلی بار سامنا کیا تھا۔ ان دنوں ہماری تعمیراتی کارکنوں کی خیمہ بستی جھانگارا نام کے گاؤں کے پاس واقع تھی جو کہ سیہون شریف سے ۱۵ کلومیٹر دور منچھر جھیل کے جنوب میں ہے۔ طوفان باد وباراں کے ساتھ برساتی نالے بھی بپھر کر ابل پڑے اور زمین جل تھل ہو گئی۔ بیشتر شاہراہیں اور ریل کی پٹری بھی زیر آب آ گئی تو آمدورفت کا نظام بھی مفلوج ہو گیا۔ ہمارے رہائشی علاقے میں بھی پانی بھر گیا اور تعمیراتی سرگرمیاں روک دی گئیں۔ ہم افسران نے وائرلیس کے ذریعے کراچی میں سوئی گیس کمپنی کے صدر دفتر کو اس ہنگامی صورت حال سے آگاہ کیا گیا۔ انتظامیہ نے سب افسران اور ملازمین کو کراچی بلوا لیا لیکن جھانگارا سے سیہون شریف ہم سب کو کبھی کبھار کمر تک پانی میں چلنا پڑا۔ ہم صبح اپنی بستی کو خیر آباد کر کے روانہ ہوئے مگر سورج غروب ہونے کے وقت سیہون پہنچے۔ دو روز قیام کے بعد ہم نے کشتیاں کرائے پر لیں اور دریائے سندھ کے دوسرے کنارے پہنچ کر بسیں پکڑ کر کراچی پہنچ گئے۔ یہ میری زندگی کا انتہائی سنسنی خیز واقعہ تھا لیکن سچ پوچھیے تو مجھے یہ سب کچھ بہت دلچسپ لگا۔

میرے نانا ابن عباس مرحوم کو فوٹو گرافی سے شغف تھا اور ہمارے خاندان کی کئی قدیم تصاویر انہوں نے اتاری تھیں جو اب تک محفوظ ہیں۔ وہ ایک ماہر عکاس تھے اور شیشے پر نگیٹو وضع کیا کرتے تھے۔ ایک حد تک مجھ میں بھی یہ شوق منتقل ہو گیا اور میں نے بھی کافی یادگار تصاویر اتاری ہیں۔ نانے ابا نے اپنی زندگی کے تقریباً پچاس سال لکھنئو میں گزارے۔ لکھنئو کا ماحول ادبی تھا اور ان کے کئی اہل قلم خانوادوں سے قریبی تعلقات تھے۔ ان میں سے ایک گھرانا مشہور اردو شاعر اسرار الحق مجاز کا بھی تھا۔ مجاز صاحب کی بھتیجی محترمہ صہبا لیاقت خود بھی اردو میں شاعری کرتی ہیں اور کینیڈا میں انگریزی کی پروفیسر رہ چکی ہیں۔ یہ میری خالہ عظیم فاطمہ کی ہم جماعت تھیں لیکن ٹورونٹو، کینیڈا میں میرا ان سے اب بھی رابطہ ہے۔ ہندوستانی شہری ہونے کی وجہ سے وہ ہر سال لکھنئو ضرور جاتی ہیں۔ مرحوم رئیس امروہوی نے کیا خوب کہا ہے:

باز آئیں گے مسافر کب شوق جستجو سے
اب تک وہی ہیں رشتے دلی سے لکھنئو سے

میرے والدین کا نکاح تو ہندوستان میں ہی ہو چکا تھا لیکن رخصتی کچھ عرصے بعد ہوئی۔ تقسیم ہند کے بعد میرے دادا اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان چلے آئے لیکن میرے والد صاحب ایک بار پھر ہندوستان گئے اور میری والدہ صاحبہ کو بھی اپنے ہمراہ پاکستان لے آئے اور اس طرح میری پیدائش کراچی، پاکستان میں ہوئی۔ پیشہ ورانہ اعتبار سے میں میکینیکل انجنیئر ہوں اور سوئی

سدرن گیس کمپنی میں چیف انجنیئر کے عہدے پر فائز تھا۔ گزشتہ انیس سال سے میں اپنے خاندان کے ساتھ کینیڈا میں مقیم ہوں جہاں میں نے مزید اعلیٰ تعلیم جاری رکھی اور کمپیوٹر کے شعبے میں خاص مہارت حاصل کر لی اور یہی میرا ذریعہ معاش بھی رہا۔ ہم لوگ چار شادی شدہ بھائی بہن ہیں اور میں سب سے بڑا ہوں۔ مجھ سے چھوٹے بھائی سلمان لطافت حسین ہیں جو الائیڈ بینک آف پاکستان میں وائیس پریزیڈینٹ تھے۔ اس نسب نامہ کی تدوین کے سلسلے میں انہوں نے بطور خاص ہندوستان میں مقیم احباب سے رابطہ کر کے گراں قدر معلومات فراہم کیں۔ ان سے چھوٹے ہدایت حسین ہیں۔ یہ اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن میں ملازمت کرتے۔ تھے۔ سب سے چھوٹی ہمشیرہ کا نام قمر سیدہ ہے جو کراچی میں ایک سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹر ہیں۔ ہم چاروں بہن بھائیوں میں ایک قدر مشترک ہے۔ جد وجہد مسلسل۔ ہم سب میں مثالی ذہنی ہم آہنگی ہے اور ہم ایک دوسرے کے احساسات اور ضروریات کو سمجھتے ہوئے ہر ممکنہ مدد کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

میری اہلیہ ماہ طلعت زیدی کے آباءواجداد کا تعلق بھی سادات نہٹور سے ہے گو کہ وہ کوہاٹ، پاکستان میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے سندھ اور کراچی یونی ورسٹیوں سے ایم۔ ایس۔ سی اور بی۔ ایڈ کیا ہے۔ ان کے والد مزمل حسین زیدی مرحوم سول انجنیئر تھے اور میری طرح انہوں نے بھی این۔ ای۔ ڈی انجنیئرنگ یونی ورسٹی کراچی سے ہی پڑھا ہے لیکن وہ علی گڑھ یونی ورسٹی میں بھی تعلیم حاصل کر چکے تھے اور واپڈا میں ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ میری خوش دامن راشدہ خاتون مرحومہ کا تعلق بھی سادات نہٹور سے تھا لیکن انہوں نے بھوپال میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کے چھے شادی شدہ بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ میری اہلیہ کے صرف ایک بھائی ان سے بڑے ہیں۔ سب سے بڑے بھائی ڈاکٹر ارشد حسین امریکا میں مقیم ہیں۔ میری اہلیہ کی چھوٹی بہن ماہ رفعت نے حیدر آباد سے گریجوئیشن کیا تھا اور وہ کراچی میں مقیم ہیں۔ ان سے چھوٹے بھائی افضل حسین نے برطانیہ سے ایم۔ بی۔ اے کیا تھا اور وہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔ ان سے چھوٹے بھائی ڈاکٹر اشرف حسین سعودی عرب میں ملازم ہیں۔ سب سے چھوٹی بہن عظمیٰ زیدی نے کراچی سے گریجوئیشن کیا تھا اور یہ بھی کینیڈا میں مقیم ہیں۔

میرے تین بیٹے ہیں جو کینیڈا میں ہی فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔

-طہٰ زیدی نے یارک یونیوسٹی سے پڑھا ہے اور یہ اکاؤنٹینٹ ہیں۔ ان کی اہلیہ عائیشہ احمد، واٹرلو یونیورسٹی (اونٹاریو) سے فارغ التحصیل ہوئی ہیں اور ایک مقامی بینک میں زیر معاش ہیں۔
-مرتضیٰ زیدی نے واٹرلو یونیوسٹی سے پڑھا ہے اور یہ کمپیوٹر انجنیئر ہیں۔ ان کی اہلیہ ایمن خان، یونی ورسٹی آف اونٹاریو انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (الیکٹریکل انجنیئرنگ) سے فارغ التحصیل ہوئی ہیں۔
-مصطفیٰ زیدی نے سنٹنیل کالج سے اکاؤنٹنگ پڑھی ہے لیکن وہ تجربہ حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں اور فی الحال زیر تربیت ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ سینیکا کالج، ٹورونٹو میں زیر تعلیم ہیں۔

میرے ننھیال اور ددھیال کا ماحول کافی مذہبی رہا ہے۔ ہماری خاندانی روایات میں ہر فرد کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ صوم صلوۃ کی پابندی کو اولیں ترجیح دی جاتی تھی اور میرے بزرگوں کا نظریہ یہ تھا کہ اچھا انسان بننے کے لئے اچھا مسلمان بننا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی آل واولاد کو دینداری اختیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اس معاملے میں میرے دادے ابا کا رویہ زیادہ سخت تھا۔ نماز میں سستی کی صورت میں وہ اپنے پوتوں کو یاد کراتے رہتے تھے کہ

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

زمانہ طالب علمی میں میرا شمار ذہین طلباء میں ہوتا تھا اور میں ہمیشہ اعزازی نشانات کے ساتھ کامیابی حاصل کیا کرتا تھا۔ میٹرک کے بعد سے انجنیئرنگ کرنے تک مجھے اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے تعلیمی وظائف ملے لیکن کینیڈا میں اعلی تعلیم کے حصول کے لئے بھی میں سرکاری طور پر مالی امداد کا حقدار قرار پایا گیا اور میں نے دو اسناد حاصل کیں۔ یہ سب میرے والدین کی اعلی تربیت کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکا۔ میرے والدین کی دیرینہ خواہش تھی کہ ان کی اولاد حج ضرور کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری کر دی اور انہوں نے نہ صرف خود دو بار حج کیا بلکہ اپنی تمام اولاد کو بھی یہ سعادت نصیب ہوتے دیکھا۔ اس کے علاوہ ہمارے خاندان میں قرآن پاک حفظ کرنے کو بھی خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ چنانچہ میری چھوٹی بہن نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو حافظہ بھی کروایا اور وہ اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھتے ہوئے نو سال کی عمر میں حافظ بن گیا۔ میرے بزرگ توان روایات کا عملی نمونہ تھے ہی لیکن گاہے بگاہے اپنی آل واولاد کو دین پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ وہ کہاں تک حق بجانب تھے، اس کا احساس مجھے تب ہوا جب میں پاکستان سے نقل مکانی کر کے کینیڈا آ گیا۔ یہاں میں نے بھی اپنی خاندانی روایات دہرانی شروع کر دیں تا کہ میری اولاد بھی اس سلسلے کو جاری رکھے۔ میرے پاس دو راستے تھے۔ یا تو اپنی خاندانی اقدار یکسر فراموش کر کے اس نئے ماحول میں بس جاؤں یا اپنی آئندہ نسلوں کو ان کے قابل فخر مذہبی اور ثقافتی سرمائے سے روشناس کراتا رہوں۔ میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور سب سے پہلے زبان پر توجہ دے کر یہ اصول اپنایا کہ گھر میں انگریزی اور گھر سے باہر غیروں کے سامنے اردو نہ بولو۔ تاہم زبان کا معاملہ محض بول چال تک محدود نہیں ہوتا اس لئے مجھے بہت جلد یہ احساس ہو گیا کہ اردو لکھنا اور پڑھنا بھی بہت اہم ہے۔ میں نے کمپیوٹر کے ذریعے اردو لکھنے پر خاص توجہ دی اور آج اسی صلاحیت کے حصول کے بعد آپ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

انداز بیاں گرچہ میرا شوخ نہیں ہے
شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

ہمارے بزرگوں کو اپنے اسلاف کی روایات اور خاندانی اقدار کا پاس حد درجہ ہوتا تھا اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ آئیندہ آنے والی نسلوں کو بھی اپنی خاندانی نجابت اور شرافت سے روشناس کرائیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے علم نسّابی کو منتخب کیا تھا اور ہر دور میں کچھ لوگ ضروری اندراجات کرتے رہتے تھے لیکن کتابی شکل میں طباعت اور اشاعت صرف ایک ہی بار ممکن ہو سکی۔ ۱۹۶۴ء میں حافظ عبدالرشید ندوی صاحب مرحوم نے جو شجرہ سادات نہٹور پیش کیا اس میں مزید کوئی پیش رفت نہ ہو پائی۔ اس نسخہ میں صرف زیدی سادات نہٹور کے ایک سلسلے کا ذکر تھا۔ گو کہ حافظ عبدالرشید ندوی صاحب مرحوم کے طبع زاد نسخے میں کثرت سے شخصیات کے علاوہ ان سے منسلک مقامات کا بھی ذکر تھا لیکن یہ نسب نامہ صرف ترمذی زیدی سادات سے متعلق تھا۔ حافظ عبدالرشید ندوی صاحب مرحوم کی تحقیقات کے مطابق، قصبہ نہٹور اور اس کے مضافات میں سادات کے کئی سلسلے آباد تھے جن کی ترمذی زیدی سادات سے قرابت داری بھی قائم تھی لیکن ان کے شجرہ نسب دستیاب نہیں تھے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے نہٹور اور اس کے قرب وجوار میں سادات کے کئی سلسلے مثلاً نقوی، رضوی، مشہدی، چشتی، جیلانی وغیرہ آباد تھے۔ کچھ دانشمندان بغداد کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے تھے اور کچھ امروہہ سے بھی آئے تھے۔ میرے مشاہدے میں ایک خاص بات یہ آئی کہ سادات نہٹور کی سادات نگینہ، سیوہارہ، شیر کوٹ، جھلو وغیرہ سے کثرت سے قرابت داریاں قائم تھیں اور گاہے بہ گاہے وہ ان مقامات کی طرف نقل مکانی کرتے رہتے تھے۔ یہ محض حسن اتفاق ہے کہ نہٹور نگینہ، سیوہارہ اور بجنور کے درمیان میں واقع ہے۔ اس کے باوجود، اس خطے میں کئی سادات کے سلسلوں کی موجودگی غور طلب ہے۔

خوش قسمتی سے مجھے سادات نگینہ کے دو شجرہ نسب اور سادات ترکولہ کے قلمی مشجرات بھی دستیاب ہو گئے لیکن حال ہی میں مجھے امہ الانساب (مصنفہ رضوان الدین انصاری) تک بھی رسائی حاصل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے شجرہ رسولداران اور شجرہ سادات گردیزیہ بھی موصول ہوئے ہیں۔ ترمذی سادات نہٹور کے مورث سید حسن نہٹوری کی زوجہ ثانی سعید النساء بنت میر احسن الدین زیدی کا تعلق بھی سادات گردیزیہ سے تھا۔ یہ حقیقت بھی مشاہدات میں آئی ہے کہ ترمذی سادات کے کئی اور سلسلے بھی پاکستان میں آباد ہیں اور ان میں اپنے خاندانی پس منظر کی تحقیق کا جذبہ برقرار ہے۔ ایسے کئی افراد نے مجھ سے خود رابطہ کیا اور اپنے شجرہ نسب کی تفصیلات فراہم کیں۔ اس لئے اب میری تحقیق کا دائرہ وسیع تر ہو گیا ہے اور اب تک میں تقریباً اکیس ہزار افراد کے اندراجات مکمل کر چکا ہوں۔ شجرہ نسب دراصل خاندان کی شرافت نسبی کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہوتا کہ ایک گروہ کو دوسرے پر فوقیت دی جائے۔ محض پہچان کی غرض سے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس کام کو آگے بڑھایا جائے اور اس میں قصبہ نہٹور کے علاوہ دیگر بجنوری قصبات میں واقع زیدی سادات کے نام بھی شامل کر کے کتابی شکل میں پیش کیا جائے۔ اس اشاعت میں زیدی سادات کے علاوہ رضوی، تقوی اور نقوی سادات کے سلسلے بھی شامل ہیں۔۔ میری خواہش تھی کہ سادات سیوہارہ کہ سلسلہ کو بھی اس نسب نامہ میں شامل کر لیا جائے لیکن بعض مطلوبہ معلومات دستیاب نہ ہو سکیں۔ متعلقین سے رہنمائی کی درخواست عام ہے۔

اس سے پہلے بھی میں نے سادات بجنور کے افراد کے اسماء گرامی کی ایک فہرست مرتب کر کے تقسیم کی تھی جس میں ہر فرد کا نام، زوجیت اور والدین کے نام انگریزی حروف تہجی کے مطابق درج کیے گئے تھے۔ کچھ احباب نے میری حوصلہ افزائی بھی کی تھی لیکن میں نے اس فہرست کو باقاعدہ شجرے کی شکل میں ڈھالنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور الحمد للہ آج اس مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

گر قبول افتد بصد عز و شرف

نسب نامے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتے۔ یہ ہر خاندان کی مشترکہ میراث ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ متعلقہ افراد اس قابل فخر سرمائے میں خاطر خواہ اضافے کی خاطر اس پیشکش کی خامیوں اور فرو گزاشتوں کی نشاندہی کر کے اپنے خیالات سے نوازیں۔ اگر حالات نے اجازت دی تو اسے دوبارہ بھی شائع کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے میں نے اس کتابی پیشکش کے کوئی جملہ حقوق محفوظ نہیں کیے اور جو خاندان کا فرد چاہے اسے طبع کرا سکتا ہے۔ صرف اتنی درخواست ہے کہ اسے من وعن شائع کیا جائے۔ بین الاقوامی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے میں نے اس نسب نامے میں لوگوں کی ذاتی معلومات فراہم کرنے سے گریز کیا ہے۔ حقیقت میں یہ پیشکش مصنفہ نہیں بلکہ مرتبہ ہے جس میں سادات بجنور کی قرابتیں شجرے کی شکل میں بیان گئی ہیں۔ اصل متن تو انگریزی میں ہے لیکن اس کتاب میں مشاہیر ضلع بجنور کے بھی مختصر حالات اور تصاویر شامل کی گئی ہیں۔

ضلع بجنور ایک مردم خیز خطہ ہے جہاں سادات کے کئی سلسے آباد ہیں۔ ان میں آپس میں قرابت داریاں بھی قائم ہیں لیکن یہ کتابی پیشکش صرف زیدی، رضوی، تقوی اور نقوی سادات سے متعلق ہے جن کے آباء واجداد کا تعلق ضلع بجنور، اتر پردیش، ہندوستان سے ہے۔ ان لوگوں کے بزرگ یا تو وسطی ایشیائی ریاستوں سے بغرض تبلیغ دین ہندوستان تشریف لائے تھے یا عراق کے مقام واسط سے جو نجف اشرف کے قریب واقع ہے۔ ضلع بجنور ہندوستان کے شمالی صوبے اتر پردیش میں اس طرح واقع ہے کہ جنوبی مغرب میں دہلی تقریباً ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) کلو میٹر دور ہے اور جنوب مشرق میں لکھنئو تقریباً چار سو ساٹھ (۴۶۰) کلو میٹر دور ہے۔ علی گڑھ بھی جنوب میں تقریباً دو سو گیارہ (۲۱۱) کلو میٹر اور مراد آباد صرف ستاسی (۸۷) کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ تفصیلات کے لئے اگلے صفحے پر نقشہ جات ملاحظہ فرمائیں:
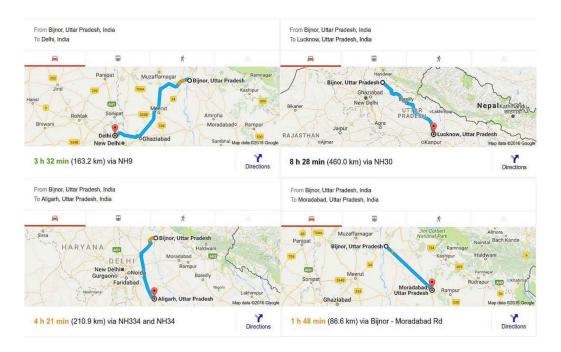
ضلع بجنور میں کئی مشہور قصبات مثلاً نہٹور، نگینہ اور سہوارہ وغیرہ واقع ہیں جہاں زیدی سادات کی ایک کثیر تعداد آباد تھی لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد ان کی اکثریت پاکستان چلی گئی جہاں ان کی کئی نسلیں آباد ہیں۔ میرے آباءاجداد بھی انہی مہاجرین میں شامل تھے گو کہ میری ولادت پاکستان میں ہوئی۔

جب ہم سادات کا ذکر کرتے ہیں تو سب سے پہلے حسنین شریفین کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ تمام سادات ان دو عظیم برادران کی اولاد میں سے ہیں۔ سادات بجنور کی کثیر تعداد حسینی النسل ہے لیکن چند خاندان حسنی النسل بھی ہیں۔ حسینی سادات میں اکثریت اعقاب حضرت زید شہید بن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ کی ہے لیکن رضوی، تقوی اور نقوی سلسلے بھی یہاں آباد ہیں۔ یہ کتابی شجرہ مرتب کرتے وقت میں نے کئی تحقیقات سے استفادہ کیا تھا۔ میری معلومات کے مطابق، اب تک شجرہ سادات بجنور مرتب کرنے والوں کے صرف یہ نام آتے ہیں:-

ا۔ جناب عابد حسین صاحب مرحوم۔

ان کا شجرہ نسب ستائیسویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتا ہے۔ ان کی فارسی تصنیف سات ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی لیکن ان کے جانشین اس تک دست رسائی سے قاصر رہے تاہم ان کے اخلاف میں برادر حسن مجتبیٰ نے قرابت داروں کی نشاندہی میں گراں قدر خدمات فراہم کیں۔ ان کا تعلق سادات نہٹور سے تھا۔

۲۔ جناب غنی حیدر صاحب مرحوم۔

ان کا شجرہ نسب اٹھائیسویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتا ہے۔ انہوں نے ایک قلمی نسخہ مرتب کیا تھا جس میں صرف مرد حضرات کے ہی نام شامل تھے لیکن نسخہ کے اختتام پر ایک صفحہ وار ناموں کی فہرست شامل تھی۔ ان کا تعلق سادات نہٹور سے تھا۔

۳۔ حافظ عبدالرشید ندوی صاحب مرحوم۔

ان کا تعلق بھی سادات نہٹور سے تھا اور ان کا شجرہ نسب انتیسویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہوں، انہوں نے ۱۹۶۴ء میں پہلا شجرہ سادات مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ انہوں نے جناب غنی حیدر کے نسخہ سے استفادہ کیا تھا۔ یہ نسخہ شجرہ سادات نہٹور سے متعلق تھا جو نہٹور کے علاوہ بجنور کے کئی مقامات پر آباد ہو گئے تھے۔ ان کے جد امجد حضرت کمال الدین ترمذی سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے میں ہندوستان تشریف لائے تھے اور ہندوستان کے صوبے ہریانہ میں کیتھل نامی مقام پر قیام پزیر ہوئے تھے۔ بعد ازیں، ان کی آل و اولاد میں سے ایک بزرگ حضرت سید حسن صاحب نہٹور منتقل ہو گئے تھے۔ حضرت کمال الدین ترمذی کا شجرہ نسب گیارہویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتا ہے۔ نہٹور اور اس کے مضافات میں کئی سادات کے سلسلے پہلے سے ہی آباد تھے لیکن بیشتر نہٹوری سادات حضرت حسن نہٹوری کی اولاد میں سے ہیں۔ میرے نانا ابن عباس اور دادا صولت حسین کے ان سے

قریبی تعلقات تھے۔ یہ مشہور نہٹوری شخصیت خلیل احمد مرحوم صاحب (ایک آنہ فنڈ والے) کے برادر نسبتی تھے۔ان کی بھانجی خالدہ خلیل کے اب بھی میری والدہ تعظیم فاطمہ سے گہرے تعلقات ہیں۔ لکھنؤ میں ان کی رہائش گاہیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں جن کے درمیان آمدورفت کی بھی سہولت تھی۔

۴۔جناب سید ابو عبداللہ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم۔

ان کا تعلق سادات نگینہ سے تھااوران کا شجرہ نسب تینتیسویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتاہے۔ان کا طبع شدہ شجرہ واسطی زیدی سادات مقیم قصبہ نگینہ سے متعلق ہے لیکن اس کے آخری صفحات دستیاب نہیں ہیں اوراس نسخے میں بھی صرف مرد حضرات کا ہی ذکر ہے۔ان کی اہلیہ محترمہ عفت النساء کا تعلق بھی سادات نہٹور سے تھا۔وہ میرے نانا کے بڑے بھائی شبر حسن کی زوجیت میں تھیں لیکن شوہر کے انتقال کے بعد انہوں نے محترم محمد اسمٰعیل سے عقد ثانی کر لیا تھا۔ان کے صاحب زادے محترم جلال الدین اکبر سے میری والدہ تعظیم فاطمہ کی لاہور میں ملاقات بھی ہو چکی ہے۔ جلال الدین اکبر صاحب کی اہلیہ زاہدہ بتول کے ننھیال کا تعلق بھی سادات نہٹور سے ہے۔اس نو دریافت نسخہ کے صفحہ ۱۲ پر درج ہے کہ واسطی زیدی سادات کے ایک بزرگ سید ارشد علی کی شادی نہٹور میں مسماۃ عمرالنساد ختر سید محرم علی سے ہوئی۔ جناب ابو عبداللہ محمد اسمٰعیل صاحب خود بھی ارشد علی مرحوم کی اولاد میں سے ہیں۔اس کے علاوہ صفحہ ۱۰ کے مطابق واسطی زیدی سادات نگینہ کے ایک بزرگ رئیس مشتاق علی مرحوم تھے۔ان کے پوتے اسرار علی کی شادی محترمہ رئیسہ بنت مشتاق حسین مرحوم سے ہوئی اوران کے دو بیٹے سلمان اور ہارون بھی کینیڈا میں مقیم ہیں۔ مرحوم اسرار علی زیدی کا شجرہ نسب پینتیسویں پشت میں حضرت زید شہید سے ملتاہے۔اب تک اس نسب نامہ کے توسط سے کئی واسطی زیدی سادات کے مکمل شجرہ نسب کی نشاندہی کی جا چکی ہے۔اس نسخے کے مطابق، زیدی سادات واسطی کے جدامجد حضرت ابوالفرح واسطی تھے جو عراق میں واقع ایک مقام واسط سے اپنے مرشد سیدنا معین الدین سنجری کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے لیکن حضرت ابوالفرح واسطی کے اسلاف کے اندراجات تصحیح طلب پائے گئے۔ چنانچہ ضروری ترمیم کے بعد یہ سلسلہ نسب موجودہ اندراجات میں شامل کر دیا گیاہے حضرت ابوالفرح واسطی کا شجرہ نسب پندرہویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتاہے۔ان کے فرزند نجم الدین نے چھاتر ودیا چھتر و دنامی مقام میں قیام کیا۔ ممکن ہے کہ اب اس مقام کا نام تبدیل ہو گیاہو لیکن شجرے میں یہی لکھاہے۔یہ زمانہ بھی سلطان شہاب الدین غوری (بارہویں صدی عیسوی) کا تھا۔ حضرت ابوالفرح واسطی کے دیگر فرزندگان کے اخلاف تہن پور، کنڈی وال اور جنجیر میں آباد تھے۔ بیشتر سادات بارہ ضلع مظفر نگر، اترپردیش میں آباد تھے لیکن ان کی اکثریت تقسیم ہند کے بعد پاکستان منتقل ہو گئی تھی۔

۵۔مرحوم عباس علی بن شریف علی۔

ان کا تعلق بھی سادات نگینہ سے تھااوران کے قلمی نسخے کے مطابق یہ ۱۸۹۶ء میں مرتب کیا گیا تھا۔اس نسب نامہ کی مدد سے بھی کئی واسطی زیدی قرابت داروں کے سلسلہ نسب مکمل کیے جا چکے ہیں۔یہ شاخ بھی حضرت نجم الدین بن ابوالفرح واسطی کے اعقاب میں شامل ہے۔

۶۔محترم رضوان الدین انصاری۔

ان کا تعلق بھوپال، بھارت سے ہے۔ سادات بجنور سے قرابت داری نہ ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی تصنیف 'امہ الانساب' میں سادات بجنور کے مشجرات بہت خوش اسلوبی سے پیش کیے ہیں۔یہ کتاب صرف انٹرنیٹ پر دستیاب ہے۔اس کتاب میں نہ صرف سادات ہند بلکہ انصاریاں، صدیقیاں، فاروقیاں، عثمانیاں، پٹھان، مغل، لودھی، چنگیزی، غوری، سلیمانی، اکشوا کو ونش، یدوونش اور راجپوتوں کے مشجرات بھی درج ہیں۔ میں نے ان کی تحقیق کا اپنے اندراجات سے مقابلہ کیا تو حیرت انگیز حد تک درست پایا۔انصاری صاحب کا شجرہ نسب جلیل القدر صحابی حضرت ابوایوب انصاری سے ملتاہے۔

۷۔اعظم علی زیدی۔

ان کا تعلق گجرانوالہ، پاکستان سے ہے اور یہ شہید ابراہیم شاہ بن کمال الدین ترمذی کے اعقاب میں سے ہیں۔انہوں نے اپنا مکمل شجرہ نسب مجھے فراہم کرنے کے علاوہ انساب کی کئی کتب بھی مجھے فراہم کیں۔

۸۔آغا عبدالرافع گردیزی۔

ان کا تعلق ملتان سے ہے اور یہ سلطان معبر جلال الدین زیدی کے اعقاب میں سے ہیں۔انہوں نے بھی اپنا مکمل نسب نامہ فراہم کرنے کے علاوہ کئی اہم قرابت داریوں کی نشاندہی کر کے اس اشاعت کی تدوین میں گراں قدر معلومات سے مستفید فرمایا۔ آغا صاحب نے بھی مجھے انساب کے موضوع پر کئی کتب ترسیل کیں۔

۹۔ مرحوم ریاست حسین زیدی رسولدار۔

ان کا تعلق زیدی سادات نہٹور سے ہے مگر قیام پاکستان کے بعد وہ پاکپتن شریف منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ۱۹۸۷ء میں ان کا وصال ہوا۔ مجھے ان کے پوتے کاشان رضا زیدی رسولدار (مقیم پاکپتن شریف) نے گراں قدر قلمی مخطوطات اور کئی تاریخی کتب فراہم کیں۔ مرحوم ریاست حسین نے اپنی یادداشتیں ایک ڈائری کی شکل میں محفوظ کر لی تھیں جس میں انہوں نے تاریخ رسولداران کے علاوہ مشجرات کی شکل میں سادات رسولداران کے دیگر سادات نہٹور سے قرابت داری کو اجاگر کیا تھا۔ اس تحقیق سے استفادہ کر کے میں رضوی، تقوی، نقوی (واسطی) اور سادات رسولداراں کے اندراجات مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ صاحب موصوف کا ذکر میرے اندراجات میں پہلے سے ہی موجود تھا مگر ان کے بارے میں معلومات نامکمل تھیں۔

۱۰۔ محترم خورشید عالم زیدی۔

ان کا تعلق سادات نہٹور سے ہے اور ان کا شجرہ نسب بتیسویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتا ہے۔ دور حاضر میں یہ سب سے زیادہ زور نسابت کے حامل ہیں۔ انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے شجرہ سادات نہٹور کے اندراجات کو کمپیوٹر میں محفوظ کیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ دلچسپی رکھنے والے حضرات کو بھی کمپیوٹر کے ذریعے نسابی کے اسرار و رموز سکھائے اور اپنے گراں قدر تحقیقی سرمائے تک رسائی فراہم کی۔ ان کے فیض سے شاید مجھے ہی سب سے پہلے بہرہ ور ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور گزشتہ بیس سال سے ہم ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کر رہے ہیں۔ نہ صرف انہوں نے حافظ رشید ندوی کے شائع شدہ نسخے سے استفادہ کیا بلکہ انہوں نے اپنی تحقیق کا مرحوم عابد حسین صاحب کے قلمی نسخے سے بھی تقابلہ کیا۔ جناب سید ابو عبداللہ محمد اسمٰعیل صاحب کا مرتب کردہ شجرہ واسطی سادات بھی ان ہی کی دریافت ہے۔ انہوں نے نہ صرف نام اور مقامات درج کیے بلکہ بیشتر افراد سے رابطے کے حوالے کے میں بھی ضروری معلومات اکھٹا کیں۔ محترم خورشید عالم زیدی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے شجرہ سادات میں خواتین کے نام بھی شامل کیے۔ ان کے والد محمد عالم زیدی مرحوم میرے دادا صولت حسین کے ماموں زاد بھائی تھے۔

۱۱۔ مرحوم ہاشم رضوی۔

ان کا تعلق سادات ترکولہ سے تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بہت سے خاندان پاکستان کوچ کر گئے تو یہ بزرگ شجرہ نسب مکمل نہ کر سکے لیکن ان کی قلمی یادداشتیں اب بھی دستیاب ہیں۔ کیونکہ سادات بجنور کی باہمی قرابت داریاں مدتوں سے قائم ہیں، اس لئے تلاش بسیار کے بعد میں نے رضوی سادات بجنور سے تعلق رکھنے والے بیشتر خانوادوں کا غیر منقطع شجرہ نسب بھی اپنے اندراجات میں شامل کر لیا ہے۔ اس تحقیق کے دوران یہ عقدہ بھی کھلا کہ ضلع بجنور میں رسولداران، تقوی اور واسطی نقوی سادات سے بھی گہری قرابت داری قائم ہے۔ تقوی اور نقوی سادات بجنور کے روابط سادات امروہہ سے وابستہ ہیں۔ سادات امروہہ سے تعلق رکھنے والے حسن ہادی صاحب نے اپنی ذاتی ویب سائٹ پر کئی سلسلہ نسب شائع کیے ہیں جن میں میرے مطلوبہ افراد بھی شامل ہیں۔ اس طرح میں تقوی اور واسطی نقوی سادات سے تعلق رکھنے والے کثیر قرابت داروں کے غیر منقطع نسب نامے مکمل کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔

۱۲۔ عمران متانت حسین زیدی۔

میرا شجرہ نسب چوتیسویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں، میں نے کافی حد تک محترم خورشید عالم زیدی کے تحقیقی سرمائے سے استفادہ کیا ہے۔ اندراجات میں کثیر اضافے کے علاوہ میں نے تاریخی حوالہ جات بھی اکھٹا کیے ہیں اور ایک عرصہ دراز کے بعد پہلی بار شجرہ سادات بجنور کو کتابی شکل میں پیش کر رہا ہوں۔ اس مجموعے میں انیس ہزار (۱۹۰۰۰) سے زیادہ افراد شامل ہیں۔ یہ کتاب دراصل حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آباء و اجداد سے شروع ہوتی ہے لیکن اس میں ان کی تمام آل و اولاد کا بھی ذکر آتا ہے جو کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں نقل مکانی کر گئے تھے یا ان سے بیرونی قرابت داریاں قائم ہو گئی تھیں۔ چنانچہ اس کتاب میں سادات کے علاوہ غیر سادات کے بھی نام شامل ہیں۔ سادات میں تو اکثریت زیدی افراد کی ہے لیکن اس کے علاوہ رضوی، نقوی، کاظمی وغیرہ بھی شامل ہیں۔ غیر سادات میں صدیقی، فاروقی اور خان وغیرہ نمایاں ہیں۔ یہ امتزاج سادات بجنور کی تنوع پسندی کی بھی علامت ہے کہ انہوں نے اتحاد بین المسلمین کی مثال قائم کرتے ہوئے اپنے تشخص کو بھی برقرار رکھا۔ گو کہ بہت سے سادات کا تسلسل رسول اللہ صلی علیہ وسلم تک مکمل نہیں ہے لیکن ان کی آل و اولاد کا تذکرہ سید کی حیثیت سے ہی کیا گیا ہے۔ کل سادات کے نام کے ساتھ سید کا سابقہ استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ اردو متن کے ابتدائی صفحات مقصد تصنیف کی اہمیت اجاگر کرتے ہیں جب کہ انگریزی متن میں خاندان کی چنیدہ شخصیات کی تصاویر بمعہ مختصر احوال بھی شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں انگریزی حروف تہجی کے مطابق ناموں کی فہرست شامل کی گئی ہے۔ ہر فرد سے ایک مخصوص عدد وابستہ ہے جو اس کے تشخص کی نشاندہی کرتا ہے۔

۱۳۔ محترمہ ڈاکٹر سیدہ سہیلہ مشرف صاحبہ۔

ان کے ننھیال کا تعلق سادات نہٹور سے ہے لیکن انہیں بھی نسابی سے گہری دلچسپی ہے۔ان کا شجرہ نسب تینتیسویں پشت میں حضرت زید شہید سے مل جاتا ہے۔یہ امریکا کے سر کردہ ماہرین امراض قلب کی صف میں شامل ہیں۔تاحال میں ان کی تحقیقات سے فیض یاب نہ ہو سکا۔اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی غیر طبع شدہ تصنیف قلمی نسخے کی شکل میں مرتب کی گئی ہے۔ لکھنؤ میں ان کے نانا مستحسن سعید صاحب کے بھی میرے ننھیال سے گہرے تعلقات تھے اور ان کی ایک خالہ حمیدہ مرحومہ کی میری والدہ تعظیم فاطمہ سے گہری دوستی تھی۔ لکھنؤ میں ان کی رہائیش گاہیں بھی ایک دوسرے ملحق تھیں اور آمد و رفت کے لئے بھی اندرونی دروازے موجود تھے۔

حضرت زید شہید کی آل واولاد مختلف ادوار میں کئی ممالک سے ہندوستان پہنچی۔ان میں سے کچھ خانوادے تو ہندوستان کے شمالی علاقہ جات (بشمول ضلع بجنور) میں مقیم ہو گئے اور کچھ جنوبی ہندوستان میں۔ یہ سب حضرت زید شہید کے دو بیٹوں یعنی حضرت حسین ذوالدمعہ اور حضرت عیسٰی موتم الاشبال کی اولاد میں سے تھے۔ رسولدار، ترمذی اور گردیزی تو حضرت حسین ذوالدمعہ بن زید شہید کے اعقاب میں سے ہیں لیکن سادات نگینہ کا تعلق حضرت عیسٰی موتم الاشبال بن زید شہید سے ہے۔ سادات نگینہ دراصل سادات بارہہ کی ایک شاخ ہیں جن کے مورث اعلی حضرت ابوالفرح واسطی تھے۔ حضرت حسین ذوالدمعہ کی آل واولاد صرف ضلع بجنور تک ہی نہیں منتقل ہوئی بلکہ کچھ لوگ ملتان، پاکستان میں بھی مقیم ہو گئے۔ یہ لوگ گردیزی کہلاتے ہیں۔اس کے علاوہ، ان میں شامل سادات رسولدار کے آباء واجداد بھی واسط، عراق سے ہندوستان آئے تھے لیکن ایک شاخ نہٹور، بجنور میں آباد ہو گئی۔ زیدی سادات بارہ کی بھی سادات بجنور سے قرابت داری تھی۔ مشہور نہٹوری مصنفہ قرۃ العین حیدر نے اپنی سوانح کار جہاں دراز ہے میں لکھا ہے کہ سادات بارہ کے ایک بزرگ اسداللہ کی صاحبزادی فضیلت النساء کا عقد جناب محمد تقی علی سے ہوا تھا جو سادات نہٹور کے بزرگ حسن نہٹوری کے پوتے تھے۔

میں آئیندہ آنے والے صفحات میں خاندان کی مشہور شخصیات کا بھی تذکرہ کروں گا لیکن اس نسب نامے کے بارے میں صرف اتنا کہوں گا:-

تصویر ادھوری ہے ابھی کاوش ناکام
لفظوں میں خیالات کے پیکر نہیں آتے

عمران متانت حسین
بی۔ای (مکینیکل)، ڈپلوما (کمپیوٹر پروگرامنگ)، گریجویٹ سرٹیفکیٹ (بایو انفارمیٹکس)
تاحیات رکنیت۔ پاکستان انجنیئرنگ کاؤنسل، انسٹیٹیوشن آف انجنیئرز (پاکستان)
سابقہ چیف انجنیئر۔ سوئی سدرن گیس کمپنی لمیٹڈ

Sert. No. 182 — سیریل نمبر ۱۸۲

کراچی یونیورسٹی

University of Karachi

FACULTY OF ENGINEERING — کلیۂ انجینیرنگ

Bachelor of Engineering — بی۔ای

Whereas SYED IMRAN MATANAT HUSAIN S/O SYED SHUJAAT HUSSAIN has pursued a course of study prescribed by this University for the Degree of Bachelor of Engineering MECHANICAL in the Faculty of Engineering and has passed the requisite Annual/~~Supplementary~~ examination of 1974, held in 1975, having been placed in 1ST class.

It is hereby certified that he/she has been duly admitted to the degree of Bachelor of Engineering MECHANICAL in this University.

Registrar — Vice-Chancellor

Dated Karachi, the 13TH AUGUST 1979

Note :- Detailed transcripts of examination results have been issued separately

PAKISTAN ENGINEERING COUNCIL

Serial No: 10139 PEC—4

Registration No : Mech/2236

Date of Registration : 1.9.1979

CERTIFICATE OF REGISTRATION UNDER PAKISTAN ENGINEERING COUNCIL ACT 1975

This is to certify that Engr. SYED IMRAN MATANAT HUSAIN son of Syed Shujaat Hussain born on 22nd Aug. 1953 resident of V-C-8/1, Nazimabad Karachi-18 present professional address V-C-8/1, Nazimabad, Karachi-18 has been registered as Professional Engineer/~~Consulting Engineer/Temporary Licencee~~, at serial no. Mech/2236 of the Register of Pakistan Engineering Council with following Particulars:

Qualifications : B.E. (Mechanical) 1976

Professional Affiliation with status : I

Specialisation/ Training/Attainments :

Date of issue 26/11/79

Registrar, Pakistan Engineering Council, P. O. Box 1296 Islamabad.

Note :- The Certificate of registration shall expire on 31st December 19.79 and will be renewed on payment of required fee before 31st January for the next year.

CENTENNIAL COLLEGE

Imran Husain

has fulfilled the requirements of the prescribed program of study and under the authority of the Board of Governors has been granted an

Ontario College Graduate Certificate in

Bioinformatics for Software Professionals

Chair, Board of Governors — President

Registrar — December, 2011 Dated at Toronto, Canada

No 007341

The Institute of Engineers Pakistan

ESTD. 1948

By this Diploma Warrants

That SYED IMRAN MATANAT HUSSAIN (M/5084) S/o SYED SHUJAAT HUSSAIN was duly elected MEMBER (MECHANICAL) of the Institute and is fully entitled to all the privileges granted by the Constitution and Bye-laws.

Date of Enrolment 5.1.1981

President — Honorary General Secretary

Training Certificate

This is to Certify That

Syed Imran Matanat Husain

of

Sui Southern Gas Company Limited

Has Successfully Completed a

4 Weeks (June 6 - June 27, 1996)

NOVA Gas International Training Program Entitled:

Facility Design & Project Management

August 16, 1996 — Date

Barry Uptigrove, Pakistan Training Manager

NOVA Gas International, Calgary, Alberta, Canada

The Institute for Computer Studies

THIS IS TO CERTIFY THAT

Syed Imran Matanat Husain

HAS FULFILLED ALL THE REQUIREMENTS OF THE INSTITUTE FOR COMPUTER STUDIES FOR THE DIPLOMA OF:

Computer Programming, Database and Internet Solutions Developer

IN WITNESS WE HAVE HERETO SUBSCRIBED OUR NAMES AND AFFIXED THE ACADEMIC SEAL OF THE INSTITUTE TORONTO, CANADA

SIGNATURE

DATE May 26, 2000